# عجائباتِ مرزا

## دلچسپ قابل دید و شنید

مرزا صاحب قادیانی نے اپنی مسیحیت موعودہ پر مختلف قسم کی کئی ایک دلیلیں پیش کی ہیں، عقلی بھی اور نقلی بھی۔ آج جس دلیل پر ہم بحث کرنے کو ہیں یہ بڑی زبردست عقلی اور نقلی دلائل سے مرکب دلیل ہے۔ اس دلیل کا خلاصہ سنتے ہی سامع کو اس کی نسبت اعتماد ہو سکتا ہے۔ خلاصہ اس کا ہمارے الفاظ میں یہ ہے:۔

"قرآن اور احادیث اور جملہ انبیاء علیہم السلام کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے قیامت تک دنیا کی عمر سات ہزار سال (بحساب قمری) ہے۔ کل انبیاء نے بتایا ہوا ہے کہ مسیح موعود دنیا کے چھٹے ہزار میں مامور اور مبعوث ہو کر اہل دنیا کو ضلالت اور بربادی سے بچائیگا۔ چنانچہ میں (مرزا) اسی چھٹے ہزار میں مبعوث ہوا ہوں۔" (عربی رسالہ ما الفرق بین آدم والمسیح الموعود)

مبنی گفتگو حضرت آدم کی تاریخ پیدائش ہے۔ جبکہ وہ تاریخی زمانہ سے پہلے کا واقعہ ہے تو اس کا علم کیسے ہو؟ سو مرزا صاحب کے ہم شکر گزار ہیں کہ اُنہوں نے اس سے ہمیں سبکدوش فرمایا۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام سے قمری حساب[٥٧] کے رو سے چار ہزار سات سو اُنتالیس (۴۷۳۹) برس بعد میں مبعوث ہوئے ہیں۔" (کتاب تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۲)

پس اب سارے حساب میں آسانی ہو گئی۔ تیرہ سال اقامت مکہ کے ملائیں تو سنہ

٥٧ یاد رہے خدا نے حساب قمری رکھا ہے۔ (تتمہ کتاب حقیقۃ الوحی مصنفہ مرزا صاحب صفحہ ۲۵ ۲ امنہ)

(۴۷۵۲)
اول ہجری کو انسانی دنیا کی عمر چار ہزار سات سو باون سال ہوئے۔ ان میں دو سو اڑتالیس ملانے سے پورے پانچ ہزار ہو جائینگے۔ یعنی ۲۴۸ھ ہجری کو دنیا کی عمر پورے پانچ ہزار ہو گئی تھی۔ اس کے بعد چھٹا ہزار چلا جو ۲۴۸ھ کو ختم ہوا۔ اب ہم مرزا صاحب کا کلام یکے بعد دیگرے ناظرین کے سامنے اصل الفاظ میں پیش کئے دیتے ہیں۔

مرزا صاحب نے اس خصوص میں اپنے متعلق دو دعوے کئے ہیں۔ ایک یہ کہ میں چھٹے ہزار میں مبعوث[۱] ہوا ہوں۔ دوم میری بعثت در اصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ ہے۔ اس بیان میں آپ کی تحریر بہت لطیف ہے ناظرین بغور سنیں۔ فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا۔ یعنی یہ بعث اول جلالی نشان ظاہر کرنے کے لئے تھا۔ مگر بعث دوم جس کی طرف آیت کریمہ واخرین منھم لما یلحقوا بھم میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے جو اسم جمالی ہے۔ جیسا کہ آیت ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور اس آیت کے یہی معنے ہیں کہ مہدی معہود جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے جب مبعوث ہوگا تو اسوقت وہ نبی کریم جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے اس مجازی احمد کے پیرائے میں ہو کر اپنی جمالی تجلی ظاہر فرمائے گا۔ یہی وہ بات ہے جو اس سے پہلے میں نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھی تھی۔ یعنی یہ کہ میں اسم احمد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک ہوں۔ اور اس پر نادان مولویوں نے جیسا کہ اُن کی ہمیشہ سے عادت ہے شور مچایا تھا۔ حالانکہ اگر اس سے انکار کیا جائے تو تمام سلسلہ اس پیشگوئی کا زیر و زبر ہو جاتا ہے۔ بلکہ قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جو نعوذ باللہ کفر تک نوبت پہنچاتی ہے لہذا جیسا

---

[۱] مبعوث ہونے کے معنے ہیں مامور الٰہی ہونا۔ جیسے تحفہ گولڑہ کی عبارت آگے آتی ہے ۱۲ منہ

کہ مومن کیلئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان فرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں (۱) ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم (۲) دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔" (تحفہ گولڑویہ تقطیع کلاں ص۹۶)

ناظرین کی تفہیم کے لئے تھوڑی سی تشریح کئے دیتے ہیں۔

قرآن شریف کی سورہ جمعہ میں یوں ارشاد ہے:۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ۔ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ (سورہ جمعہ)

ترجمہ "خدا نے عرب کے ان پڑھوں میں رسول بھیجا جو خدا کے احکام ان کو سناتا ہے اور کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ تحقیق وہ اس سے پہلے گمراہ تھے۔ اور جو ابھی پیدا نہیں ہوئے ان میں بھی یہی رسول بھیجا ہے"

مرزا صاحب کہتے ہیں اس آیت میں آنحضرت کی دو بعثتیں ہیں۔ ایک وہ جس کا تعلق الامیین یعنی عربوں سے ہے۔ دوسری بعثت وہ جس کا تعلق عجم یعنی ہندوستان وغیرہ سے ہے۔ یہ بعثت واخرین منھم سے نکلتی ہے۔ مطلب آیت کا یہ بتاتے ہیں کہ خدا نے آنحضرت کو پہلی بعثت کے وقت عربوں میں مبعوث کیا۔ دوسری میں سب دنیا خصوصاً ہندوستان میں کیا۔ اس دوسری بعثت میں خود تشریف نہیں لائے بلکہ میری (مرزا کی) شکل میں آپ کی بعثت ہوئی ہے۔ مرزا صاحب کے

الفاظ میں یہ تشریح پڑھئے۔ فرماتے ہیں:۔

"اس وقت حسب منطوق آیت واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم اور نیز حسب منطوق آیت قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی۔ اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاصکر ملک ہند میں اُردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہوگئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کیلئے بدل وجان سرگرم ہیں، آپ تشریف لائیے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے۔ کیونکہ آپ کا دعوےٰ ہے کہ تمام کافۂ ناس کے لئے آیا ہوں اور اب یہ وہ وقت ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتی ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں۔ اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں۔ اور اتمام حجت کیلئے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں۔ تب آنحضرت صلعم کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں۔ مگر میں ملک ہند میں آؤنگا۔ کیونکہ جوش مذاہب واجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع ملل ونحل اور امن اور آزادی اسی جگہ ہے۔ اور نیز آدم علیہ السلام اسی جگہ نازل ہوا تھا۔ پس ختم دور زمانہ کے وقت بھی وہ جو آدم کے رنگ میں آتا ہے اسی ملک میں اس کو آنا چاہئے تا آخر اور اول کا ایک ہی جگہ اجتماع ہو کر دائرہ پورا ہو جائے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب آیت واٰخرین منھم دوبارہ تشریف لانا بجز صورت بروز غیر ممکن تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور خو اور ہمت اور ہمدردی خلائق میں اس کے مشابہ تھا۔ اور مجازی طور پر اپنا نام احمد اور محمد اس کو عطا

کیا تا یہ سمجھا جائے کہ گویا اُس کا ظہور بعینہٖ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور تھا لیکن یہ امر کہ یہ دوسرا بعث کس زمانہ میں چاہئے تھا۔ اس کا یہ جواب ہے کہ چونکہ خدائے تعالےٰ کے کاموں میں تناسب واقع ہے اور وضع شیئ فی محلہ اس کی عادت ہے جیسا کہ اس حکیم کے مفہوم کا مقتضا ہونا چاہئے اور نیز وہ بوجہ واحد ہونے کے وحدت کو پسند کرتا ہے اس لئے اُس نے یہی چاہا کہ جیسا کہ تکمیل ہدایت قرآن خلقت آدم کی طرح چھٹے دن کی گئی۔ یعنی بروز جمعہ[ف] ۔ ایسا ہی تکمیل اشاعت کا زمانہ بھی وہی ہو جو چھٹے دن سے مشابہ ہو۔ لہذا اس نے اسی بعث دوم کے لئے ہزار ششم کو پسند فرمایا اور وسائل اشاعت بھی اسی ہزار ششم میں وسیع کئے گئے اور ہر ایک اشاعت کی راہ کھولی گئی۔ ہر ایک ملک کی طرف سفر آسان کئے گئے۔ جا بجا مطبع جاری ہو گئے۔ ڈاکخانجات کا احسن انتظام ہو گیا اکثر لوگ ایک دوسرے کی زبان سے بھی واقف ہو گئے۔ اور یہ امور ہزار پنجم میں ہرگز نہ تھے بلکہ اس ساٹھ سال سے پہلے جو اس عاجز کی گذشتہ عمر کے دن ہیں ان تمام اشاعت کے وسیلوں سے ملک خالی پڑا ہوا تھا۔ اور جو کچھ ان میں سے موجود تھا وہ ناتمام اور کم قدر اور شاذ و نادر کے حکم میں تھا" تحفہ گولڑویہ ...... (ملخصاً صفحہ ۱۰۱)

**ناظرین کرام!** آپ سمجھ گئے ہونگے کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ میں جو چھٹے ہزار میں مبعوث ہوا ہوں یہ میری بعثت، درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ ہے۔ اسی لئے اس بعثت مرزائیہ سے انکار کرنے والے کو مرزا صاحب قرآن شریف

---

[ف] جمعہ کو دنیا کا چھٹا روز کہنا عیسائی معمول ہے جو اتوار سے ہفتہ شروع کرتے ہیں۔ شرع اسلام میں جمعہ ساتواں دن ہے کیونکہ شرعی ہفتہ سنیچر سے شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ عربی میں سنیچر کو یوم الاحد کہتے ہیں۔ مرزا صاحب عیسائیوں کے لئے عیسےٰ بن کر آئے۔ مگر اصطلاحات میں ان کے موافق ہو گئے ۱۲ منہ

کا منکر قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

"اور جس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق رکھتی ہے جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی، پس اُس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا۔" (خطبہ الہامیہ تقطیع کلاں ص۱۸۱)

چونکہ مرزا صاحب خود بعثت محمدیہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ مبعوث ہوئے ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ مرزا صاحب کے اتباع بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درجہ پر فائز ہوں۔ چنانچہ آپ نے اس کی تصریح فرمادی ہوئی ہے کہ

"جو میری جماعت میں داخل ہوا وہ درحقیقت خیر المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ میں داخل ہوا۔ اور یہی معنے 'آخرین منہم' کے لفظ کے ہیں۔" (خطبہ الہامیہ تقطیع کلاں ص۱۷۱)

**لطیفہ** صحابہ کے بعد فضیلت میں دوسرا درجہ تابعین کا ہے جنہوں نے صحابہ کرام کو دیکھا۔ پس جن لوگوں نے مرزا صاحب کو نہیں دیکھا وہ ان کے اتباع کو دیکھکر تابعین بن سکتے ہیں۔ (مگر ایمان شرط ہے) ؎

شیر قالیں دگر است شیر نیستاں دگر است

**ناظرین!** مرزا صاحب نے چھٹے ہزار میں مبعوث ہونا پوری تفصیل سے بیان کیا ہے چنانچہ ایک مقام پر آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

"پھر (خدا نے) ارادہ فرمایا کہ پوشیدگیوں کو پورے طور پر ایک ہی شخص میں ظاہر کرے جو ان خصلتوں کا مظہر ہو۔ پس آدم کی روحانیت ذی جامع کامل تجلی کے ساتھ جمعہ کے دن آخری ساعت میں تجلی فرمائی۔ یعنی اس دن جو چھ کا چھٹا ہے۔ اسی طرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا۔ اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کا انتہیٰ نہ تھا بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تھا۔ پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس

وقت پوری طرح سے تجلی فرمائی جیسا کہ آدم چھٹے دن کے آخر میں احسن الخالقین خدا کے اذن سے پیدا ہوا۔ اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نور کے غلبہ کے لئے ایک مظہر اختیار کیا۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تھا۔ پس میں وہی مظہر ہوں۔ پس ایمان لا اور کافروں سے مت ہو۔ اور اگر چاہتا ہے تو اس خدا تعالےٰ کے قول کو پڑھ ھوالذی ارسل رسولہ آخر آیت تک پس یہ اظہار کا وقت اور روحانیت کے ظہور کے کمال کا وقت ہے اے مسلمانوں کی جماعت اور اسی لئے آثار میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھٹے ہزار میں مبعوث ہوئے۔ حالانکہ آنجناب کی بعثت قطعاً اور یقیناً پانچویں ہزار میں تھی۔ پس شک نہیں کہ یہ اشارہ ہے تجلی تام کے وقت کی طرف اور استیفاء مرام کی طرف اور روحانیت کے ظہور کے کمال کی طرف اور جہان میں محمدی فیوض کے موج مارنے کی دنوں کی طرف اور یہ چھٹے ہزار کا آخر ہے جو زمانہ کہ مسیح موعود کے اُترنے کیلئے مقرر ہے جیسا کہ انبیاء کی کتابوں سے سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ زمانہ یقیناً خدا تعالےٰ کی طرف سے آنحضرت کے قدم رکھنے کی جگہ ہے جیسا کہ آیت وآخرین منہم اور پاک تحریروں کی دوسری آیتوں سے مفہوم ہوتا ہے۔ پس اگر تو عقلمند ہے تو فکر کر اور جان کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے ایسا ہی مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث ہوئے۔ اور یہ قرآن سے ثابت ہے اس میں انکار کی گنجائش نہیں۔ اور بجز اندھوں کے کوئی اس معنے سے سر نہیں پھیرتا۔ کیا اٰخرین منہم کی آیت میں فکر نہیں کرتے۔ اور کسطرح "منہم" کے لفظ کا مفہوم متحقق ہو اگر رسول کریم اٰخرین میں موجود نہ ہوں جیسا کہ پہلوں میں موجود تھے۔ پس جو کچھ ہم نے ذکر کیا اسکی تسلیم

سے چارہ نہیں۔ اور منکروں کے لئے بھاگنے کا راستہ بند ہے۔" (خطبہ الہامیہ تقطیع کلاں ص ۱۷۶ تا ۱۸۱)

اسی کی مزید تشریح بھی سنئے مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

"ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ تکمیل ہدایت کا دن چھٹا دن تھا یعنی جمعہ اس لئے رعایت تناسب کے لحاظ سے تکمیل اشاعت ہدایت کا دن بھی چھٹا دن ہی مقرر کیا گیا۔ یعنی آخر الف ششم جو خدا کے نزدیک دنیا کا چھٹا دن ہے جیسا کہ اس وعدے کی طرف آیت لیظہرہ علی الدین کلہ اشارہ فرما رہی ہے۔ اور اس چھٹے دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خو اور رنگ پر ایک شخص جو مظہر تجلیات احمدیہ اور محمدیہ تھا مبعوث فرمایا گیا تاکہ تکمیل اشاعت ہدایت فرقانی اس مظہر تام کے ذریعہ سے ہو جائے۔ غرض خدا تعالیٰ کی حکمت کاملہ نے اس بات کا التزام فرمایا کہ جیسا کہ تکمیل ہدایت قرآنی چھٹے دن ہوئی تھی ایسا ہی تکمیل اشاعت ہدایت قرآنی کیلئے الف ششم مقرر کیا گیا جو بموجب نص قرآنی چھٹے دن کے حکم میں ہے اور جیسا کہ تکمیل ہدایت قرآنی کا چھٹا دن جمعہ تھا ایسا ہی ہزار ششم میں بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے جمعہ کا مفہوم مخفی ہے۔ یعنی جیسا کہ جمعہ کا دوسرا حصہ تمام مسلمانوں کو ایک مسجد میں جمع کرتا ہے اور متفرق ائمہ کو معطل کر کے ایک ہی امام کا تابع کر دیتا ہے اور تفرقہ کو درمیان سے اٹھا کر اجتماعی صورت مسلمانوں میں پیدا کر دیتا ہے۔ یہی خاصیت الف ششم کے آخری حصہ میں ہے۔ یعنی وہ بھی اجتماع کو چاہتا ہے۔ اسی لئے لکھا ہے کہ اس وقت اسم ہادی کا پرتو ایسے زور میں ہوگا کہ بہت دور افتادہ دلوں کو بھی خدا کی طرف کھینچ لائیگا۔ اور اسی کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے ونفخ فی الصور فجمعناھم جمعا۔ پس یہ جمع کا لفظ اسی روحانی جمعہ کی طرف اشارہ ہے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو بعث

مقدر تھے۔ ایک بعث تکمیل ہدایت کیلئے دوسرا بعث تکمیل اشاعت ہدایت کیلئے۔ اور یہ ہر دو قسم کی تکمیل روز ششم سے وابستہ تھی تا خاتم الانبیاء کی مشابہت خاتم المخلوقات سے اتم اور اکمل طور پر ہو جائے۔ اور تا دائرہ خلقت اپنے استدارت کاملہ کو پہنچ جائے۔ سو ایک تو وہ روز ششم تھا جس میں آیت الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوئی اور دوسرے وہ روز ششم ہے جس کی نسبت آیت لیظھرہ علی الدین کلہ میں وعدہ تھا یعنی آخری حصہ ہزار ششم اور اسلام میں جو روز ششم کو عید کا دن مقرر کیا گیا ہے یعنی جمعہ کو یہ بھی درحقیقت اسی کی طرف اشارہ ہے کہ روز ششم تکمیل ہدایت اور تکمیل اشاعت ہدایت کا دن ہے۔ اسوقت کے تمام مخالف مولویوں کو ضرور یہ بات ماننی پڑیگی کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء تھے اور آپ کی شریعت تمام دنیا کے لئے عام تھی اور آپ کی نسبت فرمایا گیا تھا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور نیز آپ کو یہ خطاب عطا ہوا تھا قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ سو اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد حیات میں وہ تمام متفرق ہدایتیں جو حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک تھیں قرآن شریف میں جمع کر دی گئیں لیکن مضمون آیت قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں عملی طور پر پورا نہیں ہو سکا کیونکہ کامل اشاعت اس پر موقوف تھی کہ تمام ممالک مختلفہ یعنی ایشیا اور یورپ اور افریقہ اور امریکہ اور آبادی دنیا کے انتہائی گوشوں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زندگی ہی میں تبلیغ قرآن ہو جاتی۔ اور یہ اسوقت غیر ممکن تھا بلکہ اسوقت تک تو دنیا کی کئی آبادیوں کا ابھی پتہ بھی نہیں لگا تھا اور دور دراز سفروں کے ذرائع ایسے مشکل تھے کہ گویا معدوم تھے۔ بلکہ اگر وہ ساٹھ برس الگ کر دئے جائیں جو اس عاجز کی عمر کے ہیں تو ۱۲۵۷ ہجری تک بھی اشاعت کے

وسائل کاملہ گویا کالعدم تھے اور اس زمانہ تک امریکہ کل اور یورپ کا اکثر حصہ قرآنی تبلیغ اور اس کے دلائل سے بے نصیب رہا ہوا تھا بلکہ دور دور ملکوں کے گوشوں میں تو ایسی بے خبری تھی کہ گویا وہ لوگ اسلام کے نام سے بھی واقف نہ تھے۔ غرض آیت موصوفہ بالا میں جو فرمایا گیا تھا کہ اے زمین کے باشندو! میں تم سب کی طرف رسول ہوں، عملی طور پر اس آیت کے مطابق تمام دنیا کو ان دنوں سے پہلے ہرگز تبلیغ نہیں ہو سکی اور نہ اتمام حجت ہوا کیونکہ وسائل اشاعت موجود نہیں تھے۔ اور نیز زبانوں کی اجنبیت سخت روک تھی اور نیز یہ کہ دلائل حقانیت اسلام کی واقفیت اس پر موقوف تھی کہ اسلامی ہدایتیں غیر زبانوں میں ترجمہ ہوں اور یا وہ لوگ خود اسلام کی زبان سے واقفیت پیدا کر لیں۔ اور یہ دونوں امر اسوقت غیر ممکن تھے۔ لیکن قرآن شریف کا یہ فرمانا ومن بلغ یہ امید دلاتا تھا کہ ابھی اور بہت سے لوگ ہیں کہ ابھی تبلیغ قرآنی ان تک نہیں پہنچی۔ ایسا ہی آیت واٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہدایت کا ذخیرہ کامل ہو گیا مگر ابھی اشاعت ناقص ہے اور اس آیت میں جو منھم کا لفظ ہے وہ ظاہر کر رہا تھا کہ ایک شخص اس زمانہ میں جو تکمیل اشاعت کیلئے موزوں ہے مبعوث ہو گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں ہو گا۔ اور اس کے دوست مخلص صحابہ کے رنگ میں ہونگے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۹/۱۰۰)

**ناظرین!** ہم آپ کا وقت زیادہ لینا نہیں چاہتے ورنہ مرزا صاحب نے کئی ایک کتابوں میں اس مضمون کو بار بار لکھا ہے کہ میں چھٹے ہزار میں مسیح موعود بنکر مبعوث ہوا ہوں۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب باوجود مکرر سہ کرر چھ ہزار رٹنے کے چھٹا ہزار ایسا بھول گئے کہ ہمیں یہ کہنے کا موقع ملا ہے

کیا وعدہ تمہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

ناظرین ہمارے پیش کردہ حوالجات بغور پڑھیں۔ مسیحیت کے دعویٰ کے متعلق سب سے پہلی کتاب مرزا صاحب نے ازالہ اوہام لکھی ہے۔ اس میں فرماتے ہیں۔

"لطیفہ۔ چند روز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المائتین ہے ایک یہ بھی منشا ہے کہ تیرہویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں بھی یہ عاجز داخل ہے، تو مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کی اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے کہ جو تیرہویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی اور وہ یہ نام ہے "غلام احمد قادیانی" ۱۳۰۰۔ اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں۔ اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا غلام احمد نام نہیں۔ بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اسوقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں۔" (ازالہ اوہام ص ۱۸۵)

اسی کی تائید میں ایک حوالہ اور پیش ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تب خدائے تعالےٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا۔ اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آپہنچا۔ تب خدا تعالےٰ نے الہام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے۔ اور یہ صرف اس طرف اشارہ تھا کہ تو ہی مسیح موعود ہے پھر اسی زمانہ میں خدا نے میرا نام عیسےٰ بھی رکھا۔" (تریاق القلوب ص ۶۸)

**ناظرین!** ورق الٹ کر ص ۲ ملاحظہ فرمائیں جہاں ہم نے ثابت کیا ہے کہ حسب تصریح مرزا صاحب انسانی دنیا کا چھٹا ہزار ۱۲۴۸ھ ہجری میں ختم ہو چکا۔ مگر مرزا صاحب چودہویں صدی کے شروع میں مامور اور مبعوث ہوئے تو چھٹے ہزار میں

کہاں ہوئے بلکہ ساتویں ہزار میں سے باون سال گزار کر مبعوث ہوئے

احمدی دوستو! اپنا اعتقادی حصہ الگ کر کے اپنے رئیس المتکلمین کی علم کلام کو بحیثیت متکلم جانچو گے تو ہمارا قول صحیح پاؤ گے ؎

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی
جا کر کے جو دیکھا تو عمامہ کے سوا ہیچ

**حضرات!** اور سنئے مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:۔

"میری پیدائش اُسوقت ہوئی جب چھ ہزار میں سے گیارہ برس رہتے تھے" (تحفہ گولڑویہ صـ۹۵)

غور فرمائیے کہ چھٹے ہزار میں سے کل گیارہ سال رہتے تھے تو ساتواں ہزار شروع ہونے تک مرزا صاحب کی عمر کل گیارہ سال کی ہوگی۔ حالانکہ آپ فرما چکے ہیں کہ میں چالیس سال کی عمر میں مامور اور مبعوث ہوا۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ انتیس[۲۹] سال ساتویں ہزار میں سے لیکر آپ مبعوث ہوئے۔

**اس پر طرفہ** یہ ہے کہ آپ تحفہ گولڑویہ مطبوعہ ۱۹۰۲ء مطابق ۱۳۲۰ھ ہجری میں فرماتے ہیں:۔

"ہمارا یہ زمانہ (۱۳۲۰ھ) حضرت آدم علیہ السلام سے ہزار ششم میں واقع ہے۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے یہ چھٹا ہزار جاتا ہے۔ (جل جلالہ)" (تحفہ گولڑویہ صـ۹۱)

غور فرمائیے چھٹا ہزار ۱۲۴۸ھ ہجری میں ختم ہوگیا۔ تاہم ۱۳۲۰ھ میں یعنی ۵۲ + ۲۰ = ۷۲ سال تک بھی وہی چھٹا ہزار جاری ہے۔ ابھی آگے بھی۔

**اس طرفہ پر طرہ** یہ کہ ۱۹۰۲ء کی تحریر میں لکھتے ہیں:۔

"اب چھٹا ہزار آدم کی پیدائش سے آخر پر ہے جس میں خدا کے سلسلہ کو فتح ہوگی اور روشنی اور تاریکی میں یہ آخری جنگ ہے۔" (مقدمہ چشمہ مسیحی صـب مورخہ یکم مارچ ۱۹۰۲ء مطابق ۱۳۲۰ھ ہجری)

ناظرین کرام! ہمارا گمان بلکہ یقین ہے کہ آپ لوگ مرزا صاحب کے کلام بانظام سے اکتائے نہ ہونگے، بلکہ ہماری طرح مسرور و محظوظ ہوتے ہونگے۔ ہاں طوالت سے ملال ہونے پر اُستاد غالب کا یہ شعر پڑھتے ہونگے ؎

ملے تو حشر میں لے لوں زبان ناصح کی
عجیب چیز ہے یہ طول مدعا کے لئے

اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب باوجود بار بار رٹنے کے چھٹا ہزار بھول گئے۔ ایسے بھولے کہ مطلق یاد نہ رہا۔ فرماتے ہیں:۔

"تمام نبیوں کی متفق علیہ تعلیم ہے کہ مسیح موعود ہزار ہفتم کے سر پر آئیگا"
(جل جلالہ وعم نوالہ) (لیکچر سیالکوٹ مطبوعہ ۱۹۰۴ء ص۶)

اس تشتت بال اور تہافت مقال پر بھی قادیان کے سلطان القلم فرماتے ہیں:۔

"القصہ میری سچائی پر یہ ایک دلیل ہے کہ میں نبیوں کے مقرر کردہ ہزار ششم (یا ہفتم یا کوئی اور؟) میں ظاہر ہوا ہوں۔ اور اگر اور کوئی بھی دلیل نہ ہوتی تو یہی ایک دلیل روشن تھی جو طالب حق کیلئے کافی تھی کیونکہ اگر اس کو رد کیا جائے تو خدا تعالےٰ کی تمام کتابیں باطل ہوتی ہیں۔" (لیکچر سیالکوٹ ص۸)

اب ہم مرزا صاحب کی ایک فیصلہ کن عبارت پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد ناظرین کو شالامار باغ کے دوسرے تختے (قطعہ) کی سیر کرائینگے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

"تمام نبیوں کی کتابوں سے اور ایسا ہی قرآن شریف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے آدم سے لیکر اخیر تک تمام دنیا کی عمر سات ہزار برس رکھی ہے۔ اور ہدایت اور گمراہی کے لئے ہزار ہزار سال کے دور مقرر کئے ہیں۔ یعنی ایک وہ دور ہے جس میں ہدایت کا غلبہ ہوتا ہے اور دوسرا وہ دور ہے جس میں گمراہی کا غلبہ ہوتا ہے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا خدا

تعالیٰ کی کتابوں میں یہ دونوں دَور ہزار ہزار برس پر تقسیم کئے گئے ہیں۔ اول دور ہدایت کے غلبہ کا تھا۔ اس میں بت پرستی کا نام و نشان نہ تھا۔ جب یہ ہزار سال ختم ہوا تب دوسرے دور میں جو ہزار سال کا تھا طرح طرح کی بت پرستیاں دنیا میں شروع ہو گئیں اور شرک کا بازار گرم ہو گیا۔ اور ہر ایک ملک میں بت پرستی نے جگہ لے لی۔ پھر تیسرا دَور جو ہزار سال کا تھا اس میں توحید کی بنیاد ڈالی گئی اور جسقدر خدا نے چاہا دنیا میں توحید پھیل گئی۔ پھر ہزار چہارم کے دَور میں ضلالت نمودار ہوئی۔ اور اسی ہزار چہارم میں سخت درجہ پر بنی اسرائیل بگڑ گئے اور عیسائی مذہب تخم ریزی کے ساتھ ہی خشک ہو گیا اور اس کا پیدا ہونا اور مرنا گویا ایک ہی وقت میں ہوا۔ پھر ہزار پنجم کا دَور آیا جو ہدایت کا دور تھا۔ یہ وہ ہزار ہے جس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر توحید کو دوبارہ دنیا میں قائم کیا۔ پس آپکے منجانب اللہ ہونے پر یہی ایک زبردست دلیل ہے کہ آپ کا ظہور اس ہزار کے اندر ہوا جو روز ازل سے ہدایت کیلئے مقرر تھا۔ اور یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ خدا تعالےٰ کی تمام کتابوں سے یہی نکلتا اور اسی دلیل سے میرا دعوےٰ مسیح موعود ہونے کا بھی ثابت ہے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس تقسیم کی رو سے ہزار ششم ضلالت کا ہزار ہے۔ اور وہ ہزار ہجرت کی تیسری صدی کے بعد شروع ہوتا ہے اور چودھویں صدی کے سر تک ختم ہوتا ہے۔ اس ہزار ششم کے لوگوں کا نام آنحضرت نے فیج اعوج رکھا ہے۔ اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں۔ چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس لئے ضرور تھا کہ امام آخر الزمان اس کے سر پر پیدا ہو۔ اور اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اس کیلئے بطور ظل کے ہو۔ کیونکہ اس ہزار میں اب دنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے۔" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۶)

**ناظرین!** اس عبارت میں مرزا صاحب نے تین ۳ دعوے کئے ہیں۔ (۱) عیسائی

مذہب چوتھے ہزار میں پیدا ہوا اور اسی ہزار میں فنا ہو گیا (۲) دوسرا دعوے یہ ہے کہ ہزار ششم گمراہی کا ہے (۳) تیسرا دعوے یہ ہے کہ ساتواں ہزار زمانہ مسیح موعود کا ہے۔ دعوے اوّل کی بابت تو ہم تفصیل سے کہنا چاہتے ہیں۔ پس ناظرین غور سے سُنیں۔

مرزا صاحب کا کتنا دعوے اور کتنی جرأت ہے۔ لکھتے ہیں کہ عیسائی مذہب چوتھے ہزار میں تخم ریزی کے ساتھ ہی خشک ہو گیا۔ مرزا صاحب کے جواب میں ہمیں کبھی منطقی فلسفی دلیل یا قرآن وحدیث سے استدلال کرنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ بلکہ مرزا صاحب کا اپنا قول ہی ان کی تردید یا بالفاظ دیگر تکذیب کیلئے کافی ہوتا ہے۔

**ناظرین غور فرمائیں** دنیا کی عمر کے ۴۷۳۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے (صلے ۔ کتاب ہذا) آپ کی پیدائش اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی۔ قمری حساب سے تخمیناً سولہ[۱۶] سال اور بڑھالیجئے۔ تو ولادت نبویہ سے پانسو ستاسی[۵۸۷] سال پہلے حضرت مسیح کا زمانہ بالفاظ دیگر دین عیسوی کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ اور یہ پانسو ستاسی[۵۸۷] سال دنیا کی عمر ۴۷۳۹ سے تفریق کریں تو پیدائش مسیح تک باقی ۴۱۵۲ سال دنیا کی عمر رہتی ہے۔ جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ دین عیسوی کی ابتدا ہی پانچویں ہزار میں ہوئی۔

**اور طرح سے** ہم چونکہ مرزا صاحب کے قائل اور مخاطب ہیں اس لئے ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم مولانا شبلی وغیرہ کے مرہون منت ہوں جبکہ مرزا صاحب خود ہی فرماتے ہیں۔ "افضل البشر (محمد رسول اللہؐ) مسیح سے چھ سو برس پیچھے آیا۔" (دافع الوساوس صلے[۴۲]) مرزا صاحب کی خاطر سے ہم حضرت مسیح کی ایک سو بیس عمر بھی ملالیں تو سارا زمانہ سات سو بیس[۷۲۰] سال ہوتا ہے۔ ۴۷۳۹ میں سے سات سو بیس[۷۲۰] تفریق کرنے سے ۴۰۱۹ سال بچے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش دنیا کی عمر کے حساب سے بحساب مرزا صاحب ۴۰۱۹ھ میں ہوئی یعنی پانچویں ہزار میں۔ مگر مرزا صاحب دین عیسوی کو چوتھے ہزار میں پیدا کر کے فنا بھی کر چکے ہیں۔

**عیسائی ممبرو!** کہاں ہو؟ کیا کہتے ہو؟ اب بھی قادیانی معجزہ پر ایمان لاؤ گے یا نہیں؟ کہ تمہیں پیدا ہونے سے پہلے ہی مرزا صاحب نے مار دیا۔ یہی معنے ہیں سو

صلے سیرۃ النبی مؤلفہ مولانا شبلی مرحوم جلد اول ۱۲ منہ

چلی ہے تیغ بل کرتی ہوئی زخم آئے ہیں ترچھے
نہ بول اُٹھے کوئی یارب کہ بانکا اس کا قاتل ہو

دوسرا دعوےٰ آپ کا عبارت منقولہ از چشمہ مسیحی کے خلاف ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب نے ۱۹۰۸ء میں انتقال کیا ہے اور عبارت مرقومہ ۱۹۰۶ء کی ہے جس میں ہزار ششم کو جاری مانا ہے۔ تو کہنا پڑیگا کہ مرزا صاحب کا سارا زمانہ ضلالت کا تھا۔ گمراہی میں پیدا ہوئے گمراہی میں چلے گئے۔ تیسرا دعوےٰ تو ساری پہلی عبارتوں کے خلاف ہے۔ جن میں ہزار ششم میں لعنت بتائی ہے۔

**مختصر یہ ہے** کہ مرزا صاحب نے اپنی مسیحیت موعودہ پر بڑی زبردست دلیل یہ پیش کی ہے کہ ہم دنیا کی عمر سے ہزار ششم میں مبعوث ہوئے۔ حالانکہ ہزار ششم انہی کے حساب سے ۱۲۴۸ء ہجری کو ختم ہوچکا اور آپ اس سے بہت بعد مدعی مسیحیت موعودہ ہوئے۔ یہانتک کہ آپ اپنے پہلے بیان کو بھولکر ساتویں ہزار میں تشریف لے آئے۔ پھر اس پر بھی قائم نہ رہے یہانتک کہ ۱۹۰۶ء مطابق ۱۳۲۴ھ کو ہزار ششم کو لاموجود کیا۔

**ناظرین!** یہ ہیں وہ زبردست دلائل ہیں جن کے حق میں مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

"یہ وہ ثبوت ہیں جو میرے مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے پر کُھلے کُھلے دلالت کرتے ہیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک شخص بشرطیکہ متقی ہو جو وقت ان تمام دلائل میں غور کریگا تو اس پر روز روشن کی طرح کھلجائیگا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۲)

ہاں ہاں یہی ثبوت ہیں جن کی بنا پر مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"کوئی انسان نرا بے حیا نہ ہو تو اس کے لئے اس سے چارہ نہیں کہ میرے دعوے کو اسی طرح مان لے جیسا کہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مانا۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۳۸)

ہم نے مرزا صاحب کی زبردست دلیل کے بیانات کو بڑی محنت سے یکجا کرکے ناظرین

کے سامنے رکھدیا اب یہ اُن کا کام ہے کہ (بقول مرزا صاحب) بے حیا بنیں یا بقول خدا[1] کامل الایمان۔

ہم سے پوچھیں تو ہم مرزا صاحب کے دعوے اور ان کے دلائل پر یہ شعر بہت موزوں پاتے ہیں۔ آہ ؎

نازہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوقؔ
اُس نے دیکھے ہی نہیں نازو نزاکت والے

**احمدی دوستو!** فلاسفہ اور متکلمین میں جن امور میں اختلاف ہے اُن میں سے ایک امر حدوث کائنات ہے۔ متکلمین کل ماسوی اللہ کو اور اس کی سلسلہ کو حادث بالزمان مانتے ہیں، فلاسفہ یونان چند امور کو قدیم بالزمان کہتے ہیں۔ لیکن کیا مجال کہ کوئی متکلم بحث کرتے ہوئے اپنے اصول کو بھولجائے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ خواب میں بھی وہ اپنے اصول کو نہیں بھولیگا۔ مگر آپ کا متکلم ہاں رئیس المتکلمین ہاں ہاں سلطان القلم کی یہ کیا حالت ہے کہ اپنی دلیل اور اپنے بیان کو یوں بھولجاتا ہے جسطرح ایک شاعر نے اپنے معشوق کی شکایت کی ہے ؎

مجھے قتل کرکے وہ بھولا سا قاتل لگا کہنے کس کا یہ تازہ لہو ہے
کسی نے کہا جس کا وہ سر پڑا ہے کہا بھولجانے کی کیا میری خو ہے

**خدائی فیصلہ** آؤ ہم تمہیں ایسے اختلافات میں خدائی فیصلہ سنائیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۔ (پ۵ ع۸)

(یعنی اگر قرآن کسی غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو لوگ اس میں بڑا اختلاف پاتے)

یہ آیت بتا رہی ہے کہ خدا کے کلام اور خدا کے انبیاء علیہم السلام کے الہامی کلام میں اختلاف نہیں ہوتا۔ پس جس کلام میں اختلاف ہو وہ الہامی یا خدا کی طرف سے نہیں۔ اور جو کلام خدا کی طرف سے نہیں مگر متکلم اس کا اس کو خدا کی طرف سے کہتا ہے تو ایسا کہنے والا بڑا

---

[1] ؎ من یکفر بالطاغوت الآیہ